# محمد بن زکریا رازی

پروفیسر حمید عسکری

ایران کے شمالی علاقے میں موجودہ دارالسلطنت طہران سے پانچ میل کے فاصلے پر ایران کا قدیم شہر رَے آباد ہے۔ طہران کی شان و شوکت کے آگے اب اس کی اہمیت باقی نہیں رہی، لیکن اگلے زمانے میں یہ ایران کا ایک مشہور شہر تھا اور اپنے اندر متعدد خصوصیتیں لئے ہوئے تھا۔ یہیں سے ساسانی خاندان کے آخری بادشاہ نے مسلمانوں کی فاتحانہ یلغار کے سامنے مغلوب ہو کر ایرانی قوم کو الوداعی پیغام دیا تھا اور پھر خراسان کی طرف راہ فرار اختیار کر لی تھی۔ اسی جگہ بنی امیہ کی خلافت کا تختہ الٹا گیا تھا اور بنو عباس کے ہاتھ خلافت کی باگ ڈور آئی تھی۔ یہی شہر خاندان عباسیہ کے نامور خلیفہ ہارون رشید کی جائے ولادت تھا اور اسی شہر میں اسلامی دور کا طبیب اعظم ابو بکر محمد بن زکریا رازی پیدا ہوا۔ رَے کے نام کی نسبت سے وہ مشرق میں 'رازی'، اور مغرب میں 'ریزز' (RHAZES) کے لقب سے مشہور ہے۔

رازی کے سنِ ولادت کے متعلق عربی تذکرہ نگاروں کے ہاں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک تذکرہ نگار نے اس کا سنِ ولادت ۸۴۰ء لکھا ہے، مگر ایک دوسرِ تذکرہ نگار نے اسے ۸۵۶ء قرار دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں ایک ایرانی محقق ڈاکٹر محمود نجم آبادی نے رازی پر ایک مبسوط کتاب فارسی میں لکھی ہے، اس میں رازی کی ولادت کا سال ۸۵۶ء متعین کیا ہے، لیکن راقم الحروف کی رائے میں اس کی ولادت کا سال ۸۴۰ء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ تمام تذکرہ نویس اس امر پر متفق ہیں کہ رازی نے طب کی تعلیم اس وقت شروع کی جب وہ جوان ہو چکا تھا اور طب میں

اس کا ایک استاد علی بن ربن تھا۔ علی بن ربن نے ۸۷۰ء میں وفات پائی، اس لئے اگر رازی کا سالِ پیدائش ۸۵۶ء قرار دیا جائے تو علی بن ربن کی وفات کے وقت رازی کی عمر محض چودہ برس کی ہوتی ہے، البتہ اگر ۸۴۰ء کو اس کی ولادت کا سال قرار دیا جائے تو ۸۷۰ء میں اس کی عمر تیس برس ہوتی ہے، اس لئے اگر اس نے جوانی میں طب کی تعلیم شروع کی اور علی بن ربن سے اس فن کے رموز سیکھے تو اس کا سالِ پیدائش ۸۴۰ء ہی ہو سکتا ہے، ۸۵۶ء نہیں ہو سکتا۔

آغازِ شباب تک رازی ایک بے فکر نوجوان تھا اور گانا بجانا اس کا محبوب مشغلہ تھا، چنانچہ عود بجانے میں جو اس زمانے کا ایک مقبول ساز تھا اسے بہت مہارت حاصل تھی، لیکن جب زندگی کی ذمہ داریاں بڑھیں اور انہیں پورا کرنے کے لئے اسے پیسے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کسی مفید پیشے کو اختیار کرنے کی بجائے اس نے کیمیاگری کی طرف رجوع کیا، کیونکہ کم قیمت دھاتوں کو سونے میں تبدیل کر لینے سے اس کی جوانی کے سارے خواب پورے ہو سکتے تھے۔ کیمیاگری کے جو طریقے اس زمانے میں مشہور تھے ان میں مختلف معدنی چیزوں اور جڑی بوٹیوں کو بعض دھاتوں میں ملا کر دنوں، بلکہ مہینوں آگ دینی پڑتی تھی۔ نوجوان رازی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ دواؤں اور جڑی بوٹیوں کے حصول کے لئے جن کی کیمیاگری میں ضرورت ہوتی تھی اسے دوا فروشوں کی دکانوں پر جانا پڑتا تھا۔ اس سلسلے میں ایک دوا فروش کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ وہ فرصت کے لمحات اس کی دکان پر گزارتا اور اس سے مختلف دواؤں کی خاصیتوں پر بات چیت کرتا جس کے باعث اسے دواؤں اور دوا سازی سے دلچسپی پیدا ہو گئی جو طب کی تعلیم کی طرف پہلا قدم تھا۔ انہی دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کی زندگی کے دھارے کو موڑ دیا۔ کیمیاگری کے دوران میں آگ کو پھونکیں مارتے مارتے اسے آشوبِ چشم کی شکایت ہو گئی۔ وہ علاج کے لئے ایک طبیب کے پاس گیا جس نے اس سے کافی رقم فیس کے طور پر وصول کر لی۔ رازی نے دل میں سوچا اصل کیمیاگری تو یہ ہے نہ وہ جس

میں میں سر کھپاتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے طب کی تعلیم حاصل کرنے اور طبیب بننے کا فیصلہ کر لیا۔ اس زمانے میں طب اور فلسفہ لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے، اس لئے رازی نے رے کے مقامی استادوں سے فلسفے اور طب کی تعلیم حاصل کی اور پھر اس تعلیم کی تکمیل کے لئے بغداد روانہ ہو گیا۔ بغداد میں اس وقت فردوس الحکمت کا نامور مصنف علی بن ربن طبری (جس کا مفصل تذکرہ اس کتاب کے چودھویں باب میں گزر چکا ہے) بقید حیات تھا۔ رازی نے اس کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اس بزرگ استاد سے طب کے تمام رموز سیکھے۔ چنانچہ اپنی شہرۂ آفاق تصانیف میں وہ جہاں کہیں علی بن ربن کے اقوال کا حوالہ دیتا ہے اس کے قلم سے عقیدت و احترام کے موتی ٹپکے پڑتے ہیں۔ علی بن ربن نے بھی بھانپ لیا تھا کہ رازی اس کے عام شاگردوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں جن کے باعث وہ ایک روز آسمان حکمت کا درخشندہ ستارہ بنے گا، اس لئے اس نے اس جوہر قابل کو چمکانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ علی بن ربن ایک طویل عرصے تک شاہی طبیب کے منصب پر فائز رہ چکا تھا اور حکومت میں اس کا بہت اثر و رسوخ تھا، اس وجہ سے اس کا تلمذ اور اس کے دیئے ہوئے سرٹیفکیٹ رازی کے بہت کام آئے۔ چنانچہ علی بن ربن کی وفات کے کئی سال بعد جب رے کے سرکاری شفاخانے کے اعلیٰ افسر کی جگہ خالی ہوئی تو رازی کا تقرر اس عہدے پر عمل میں آیا۔ یہاں رازی کے لئے اپنی طبی تحقیقات کو عملی جامہ پہنانے کا ایک عمدہ موقع میسر آیا۔ شفاخانے میں ہر قسم کے مریض آتے تھے جن میں سے بعض پیچیدہ اور مشکل سے سمجھ میں آنے والی بیماریوں میں مبتلا ہوتے۔ رازی ان کے حالات سنتا، غور و فکر سے ان کے مرض کی تشخیص کرتا، ان کے لئے نسخہ لکھتا اور پھر اپنی تجویز کردہ دواؤں کے اثرات کا مطالعہ کرتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ تمام امور اپنی بیاض میں قلم بند کرتا جاتا۔ رازی زندگی بھر رے اور بغداد کے سرکاری شفاخانوں کا افسر اعلیٰ رہا اور اس تمام مدت میں اس کا دستور یہی رہا۔ اس وجہ سے جتنی طبی یادداشتیں رازی کے پاس حوالۂ قلم ہو کر جمع ہو چکی تھیں۔ اتنی کسی اور طبیب کے پاس جمع نہیں ہوئیں۔

انہیں یادداشتوں کی بنا پر علم العلاج کے متعلق اُس نے اپنی شہرہ آفاق کتابوں کو مرتب کیا جن کے باعث اسے شہرت دوام کے دربار میں ایک اونچی جگہ ملی۔

جب ۹۰۲ء میں خلیفہ مکتفی تخت نشین ہوا تو اس نے رازی کا تبادلہ رے سے بغداد کے سرکاری ہسپتال میں کر دیا جہاں اس نے چند سال گزارے۔ یہاں بھی اس نے مختلف بیماریوں کے مریضوں کے متعلق اپنے معالجے کی تفصیلات کو احاطۂ قلم میں لانے کا پرانا دستور قائم رکھا۔ مکتفی کی تخت نشینی سے تقریباً تیس سال پہلے ۸۷۴ء میں ترکستان کے شہر بخارا میں سامانی حکومت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ خلافت عباسیہ اس زمانے میں اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ جب کوئی سردار کسی علاقے کو فتح کر کے وہاں کا حکمران بن جاتا تو خلیفہ بغداد کی طرف سے اس کی حکومت کو منظور کر لیا جاتا۔ اس کے بعد باقاعدہ طور پر اس کی سلطنت قائم ہو جاتی اور اس وقت تک قائم رہتی جب تک کوئی اور سردار اس علاقے کو فتح کر کے اپنی قلم رو میں نہ شامل کر لیتا۔ سامانی سلطنت اگرچہ ترکستان میں قائم ہوئی تھی مگر رفتہ رفتہ ایران کے شمالی علاقے بھی اس کے تسلط میں آگئے جن میں 'رے' بھی شامل تھا۔ اس سلطنت کا بانی نصر بن احمد بن اسد بن سامان تھا۔ نصر کا ایک بھائی اسماعیل بن احمد اور دوسرا بھائی اسحاق بن احمد تھا۔ اسماعیل کا بیٹا نصر اور اسحاق کا بیٹا منصور تھا۔ جب سامانی حکومت نصر بن اسماعیل بن احمد کے ہاتھ آئی تو اس نے اپنے چچازاد بھائی منصور بن اسحاق بن احمد کو 'رے' کا گورنر مقرر کیا۔ یہ ۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ منصور چھ سال تک یعنی ۹۰۳ء سے ۹۰۹ء تک رے کا حکمران رہا۔ اس نے حکومت کی عنان ہاتھ میں لیتے ہی رے کے شفاخانے کو وسعت دینے کا منصوبہ بنایا اور رازی کو، جو ان دنوں بغداد میں تھا، رے میں آنے کی دعوت دی۔ رازی قدرتی طور پہ رے کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھتا تھا جو اس کا آبائی وطن تھا، اس لئے اس نے منصور کی یہ دعوت قبول کر لی، چنانچہ ۹۰۴ء میں وہ بغداد سے رے آیا اور دوسری بار وہاں کے شفاخانے کا افسر اعلیٰ مقرر ہوا۔ رازی سال ہا سال سے اپنے مطالعے اور ذاتی تجربے کی بنا پر جو یادداشتیں تحریر کئے جاتا تھا، اب اس نے ان یادداشتوں

کی مدد سے علم طب پر اپنی پہلی عظیم کتاب مرتب کی اور اپنے مربی منصور بن اسحاق والیٔ رے کے نام پر اس کتاب کا نام 'منصوری' رکھا۔

منصوری کی تالیف سے رازی کی شہرت تمام عباسی سلطنت میں پھیل گئی اور اسے اپنے عہد کا سب سے بڑا طبیب سمجھا جانے لگا۔ ۹۰۰ء میں بغداد کے مرکزی شفاخانہ میں جو اُس زمانے میں عالمِ اسلام کا سب سے بڑا شفاخانہ تھا اُسے افسر الاطبا کا عہدہ پیش کیا گیا۔ اسی سال رے میں رازی کے مربی منصور بن اسحاق کا زمانۂ حکومت ختم ہو گیا تھا، اس لئے رازی نے اس عہدے کو خوشی سے قبول کر لیا اور تیسری بار وہ ایک جلیل القدر منصب پر فائز ہو کر بغداد میں آیا۔ وہ اس عہدے پر چودہ برس تک متمکن رہا اور یہ تمام مدت اس نے عام معالجات کے علاوہ طبی تحقیقات اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ اس کی سب سے بڑی کتاب جو حاوی کے نام سے مشہور ہے اسی زمانے میں مکمل ہوئی۔ اس کے علاوہ اس نے بہت سی کتابیں اور رسالے مختلف موضوعات پر لکھے جن میں سے ایک کتاب 'ملوکی' کو طبرستان کے گورنر علی بن ورسودان کے نام پر اور ایک کتاب 'برء الساعۃ' کو خلیفہ مقتدر کے وزیر ابوالقاسم بن عبداللہ کے نام معنون کیا۔

رازی فنِ طب میں یگانۂ روزگار تھا اور علم العلاج کے اصول و عمل سے پوری طرح آگاہ تھا۔ پیچیدہ بیماریوں کے مریضوں کے علاج میں وہ ذاتی اجتہاد سے کام لیتا تھا اور اپنے تجربات کی روشنی میں علاج کی نئی نئی راہیں نکالتا تھا۔ پھر ان تمام تجربات اور ان کے نتائج کو اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'حاوی' میں قلم بند کرتا جاتا تھا۔ اس طرح اس نادر تصنیف نے ایک عظیم طبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت حاصل کر لی۔

بغداد اور رے دونوں شفاخانوں میں یہ دستور تھا کہ عام بیماریوں کے مریضوں کو چھوٹے طبیب دیکھتے تھے، مگر جن مریضوں کی بیماریاں زیادہ پیچیدہ قسم کی ہوتیں انہیں شفاخانے کے بڑے طبیبوں کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مریض ایسے پیچیدہ مرض میں

مبتلا ہوتا جس کی تشخیص یہ بڑے طبیب بھی نہ کر سکتے تو پھر اس کے معالجے کے لئے طبیب اعظم رازی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

کبھی کبھی رازی بعض امراء کے بلاوے پر دوسرے شہروں میں جاتا تھا جہاں لوگ نہایت شاندار طریقے سے اس کا خیرمقدم کرتے تھے، چنانچہ اس نے خود لکھا ہے کہ ایک بار امیرِ خراسان نے اپنے علاج کے لئے اُسے دعوت دی۔ اثنائے راہ میں ایک مقامی رئیس کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر بڑے احترام سے اس کا استقبال کیا۔ اسے چند روز اپنے گھر میں ٹھہرایا اور اس کی بہت خاطر مدارات کی، پھر اپنے بیٹے کا جو کسی مزمن مرض میں مبتلا تھا اس سے علاج کروایا۔

اپنی عمر کے آخری دس بارہ سال اس نے اپنے آبائی وطن رے میں گزارے جہاں وہ بغداد کی سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو کر آگیا تھا، لیکن یہاں اسے ایک ابتلا سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کی بینائی روز بروز کم ہوتی گئی اور آخر کار وہ بالکل نابینا ہو گیا۔ اندھے پن پر بڑھاپا مستزاد تھا، اس لئے اس کے آخری ایام زبوں حالی میں گزرے۔ اسی حالت میں اس نے ۹۲ سال کی عمر میں ۹۳۲ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

رازی بہت فیاض تھا اور غریبوں محتاجوں پر کھلے دل سے روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اپنی اس عادت کے باعث وہ کبھی دولت مند نہ ہو سکا۔

رازی نے اس زمانے کے دستور کے مطابق طب کے ساتھ فلسفے کا بھی مطالعہ کیا تھا، لیکن وہ ارسطو کے فلسفے کا مخالف اور فیثاغورس اور تھالیس ملطی کے فلسفے کا حامی تھا، حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک صرف ارسطو کا فلسفہ ہی قابل قبول تھا، کیونکہ اس میں کوئی بات اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں تھی۔ فیثاغورس اور تھالیس کے بعض فلسفیانہ خیالات اسلامی عقائد کے خلاف تھے۔ اور مسلمان ان کو باطل جانتے تھے۔ رازی کی اس فلسفیانہ بے راہ روی کے باعث وہ

طبیب کی حیثیت سے جتنا صاحبِ عظمت تھا فلسفی کی حیثیت سے اتنا ہی بدنام تھا۔ اگر وہ خاموشی سے ان فلسفیانہ عقائد کو اپنا لیتا تو شاید لوگ اس سے زیادہ تعرض نہ کرتے، لیکن وہ باقاعدہ طور پر ان فلسفیانہ عقائد کی تبلیغ کرتا تھا اور ان کی تائید میں مناظرے کرتا تھا، اس لئے علماء کی اکثریت اس کے خلاف ہو گئی تھی۔ چنانچہ کئی عالموں نے، جن میں احمد بن طیب سرخسی اور ناصر خسرو پیش پیش تھے، اس کے فلسفیانہ عقائد کے رد میں کتابیں تصنیف کیں۔

رازی کو کیمیاگری یعنی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کی جولت آغازِ جوانی میں پڑ گئی تھی وہ طب کا پیشہ اختیار کرنے کے بعد بھی نہ گئی، چنانچہ وہ پارے اور تانبے کو سونے میں تبدیل کرنے کی کوشش میں ہمیشہ اپنے فرصت کے لمحات صرف کرتا رہا، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ایک سعئ لاحاصل تھی، اس لئے جب بھی اس نے سونا بنانے کا دعویٰ کیا اس کو ناکامی کی خفت اٹھانی پڑی، البتہ ایک اور نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کوشش اصل مقصد میں ناکام ہونے کے باوجود دیگر مقاصد میں بڑی نتیجہ خیز نکلی، یعنی گو اس سے سونا تو نہ بن سکا مگر کیمیا میں جو ایک مستقل سائنس ہے، اس نے ایسے انکشافات کئے جو سونے سے زیادہ بڑھ کر تھے، چنانچہ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ جابر بن حیان کے بعد رازی اسلامی دور کا دوسرا بڑا کیمیا دان تھا۔ اس نے کیمیا پر جو کتابیں اور رسالے لکھے ان کی تعداد اکیس ہے، ان میں اس نے متعدد کیمیائی عملوں کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور ان آلات کی بھی تشریح کی ہے جو کیمیا میں استعمال ہوتے تھے۔ رازی سے پہلے اور اس کے بعد بھی اکثر کیمیاگروں کا دستور یہ تھا کہ وہ کیمیائی عملوں کو پردۂ راز میں رکھنے کی بڑی کوشش کرتے تھے اور عام اشیاء، مثلاً دھاتوں کو عجیب و غریب ناموں سے پکارتے تھے جس سے اُن کی تحریریں چیستان بن جاتی تھیں، لیکن رازی نے ایک حقیقی سائنس دان کی حیثیت سے اس طریقے سے اجتناب کیا اور کیمیا پر جو کچھ بھی لکھا عام فہم زبان اور

صاف انداز میں لکھا۔ رازی کے عہد تک عام کیمیاگر مادوں کو جسم، روح اور جوہر میں تقسیم کرتے تھے جو سائنس کے نقطۂ نظر سے ایک غلط اور فرضی تقسیم تھی، لیکن رازی نے کیمیائی مادوں کو جمادات، نباتات اور حیوانات میں تقسیم کیا اور اس طرح غیر نامیاتی (INORGANIC) کیمیا اور نامیاتی (ORGANIC) کیمیا کی ترقی کا راستہ کھول دیا۔ رازی نے بہت سی اشیاء کا وزنِ مخصوص (SPECIFIC GRAVITY) معلوم کیا اور اس مقصد کے لئے ایک خاص قسم کی ترازو سے کام لیا جس کا نام اس نے میزان طبیعی رکھا۔ موجودہ زمانے میں ایسی ترازو کو ماسکونی ترازو (HYDROSTATIC BALANCE) کہتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ رازی نے کیمیا پر متعدد کتابیں تحریر کیں، لیکن اس کی حقیقی عظمت ان طبی کتابوں اور رسالوں پر مبنی ہے جن میں اس نے اپنی عمر بھر کی شاندار طبی تحقیقات کو سپردِ قرطاس کر دیا ہے۔ رازی کی ان طبی تصنیفات کی تعداد ایک سو سے زائد ہے اور ان میں حاوی پہلے نمبر پر آتی ہے۔

حاوی ایک عظیم طبی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں فاضل مصنف نے تمام طبی سائنس کو جو متقدمین کی کوششوں سے صدیوں میں مرتب ہوئی ایک جا جمع کر دیا اور پھر اپنی ذاتی تحقیقات سے اس کی تکمیل کی۔ اس کتاب کو وہ یادداشتوں اور متفرق مسودوں کی صورت میں عمر بھر لکھتا رہا مگر اسے کتابی صورت میں مدون کرنے کی اسے فرصت نہیں ملی۔ یہ کام اس کی وفات کے بعد اس کے شاگردوں نے انجام دیا اور اس کی تحریک ایک علم پرور شخصیت ابن العمید نے کی جو آل بویہ کے اولین دور کے ایک حکمران رکن الدولہ کا وزیر تھا۔ ابن العمید نے رازی کی وفات کے بعد حاوی کے مسودات ایک گراں قیمت کے عوض اس کی بہن سے خریدے، پھر اس کے شاگردوں کا ایک بورڈ بنایا جس نے ان مسودات کو کتابی صورت میں مدون کیا اور اس طرح یہ نادر تصنیف وجود میں آئی۔

حاوی کی پچیس جلدیں ہیں جو یورپ کی لائبریریوں میں بکھری ہوئی ملتی ہیں، کیونکہ حاوی کو اصل عربی میں چھاپنے کی کبھی نوبت نہیں آئی۔ البتہ اس کا لاطینی ترجمہ دو بار طبع ہو کر مغربی دانشوروں پر رازی کے فنی کمال کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ یہ ترجمہ پہلی بار ۱۴۸۹ء میں پرشیا سے اور دوسری بار ۱۵۴۲ء میں وینس سے شائع ہوا تھا۔

رازی کی دوسری عظیم طبی تصنیف المنصوری ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس کتاب کو رازی نے اپنے ایک مربی منصور بن اسحاق حاکم رے کے نام پر معنون کیا تھا۔ ضخامت میں یہ حاوی سے بہت چھوٹی تھی مگر چونکہ علم و عمل طب کے تمام ضروری رموز اس میں آگئے تھے، اس لئے عام اطبا میں جو ہمیشہ ضخیم کتابوں پر مختصر مگر جامع تصنیفات کو ترجیح دیتے ہیں منصوری بہت مقبول رہی۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ لبر المنصورس (LIBER ALMANSORIS) کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۴۸۱ء میں لیڈن سے شائع ہوا۔ اس کے بعد اسے دوسری بار ۱۴۹۰ء میں وینس میں اور تیسری دفعہ ۱۵۴۴ء میں باسل سے طبع کیا گیا۔

رازی نے مختلف طبی موضوعات پر جو چھوٹی کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ان میں سے بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے:

'کتاب طب الملوکی' میں جسے رازی نے طبرستان کے حاکم علی بن ورہسوذان کے لئے لکھا تھا اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ غذاؤں سے کس طرح علاج کیا جا سکتا ہے۔ رازی علاج بالغذا کا بہت بڑا حامی تھا، چنانچہ اس کا یہ قول مشہور ہے کہ جب تک غذاؤں سے علاج کیا جا سکتا ہو دواؤں کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

'کتاب طب الفقراء' میں یہ بیان ہے کہ جن مقامات پر طبیب کی خدمات میسر نہ آ سکتی ہوں وہاں لوگ معمولی دواؤں سے اپنا علاج کس طرح کر سکتے ہیں۔

'کتاب برء الساعۃ' میں جسے رازی نے وزیر سلطنت قاسم بن عبید اللہ کی فرمائش پر تصنیف

کیا تھا، مختلف امراض کے لئے ایسی دوائیں بیان کی گئی ہیں جن کا فوری اثر ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ رازی کا ایک رسالہ گردے اور مثانے کی پتھری پر ہے جس کو عربی متن اور فرانسیسی ترجمے کے ساتھ ۱۸۹۶ء میں لیڈن سے شائع کیا گیا تھا۔ ایک رسالہ وجع مفاصل پر ہے۔ ایک رسالہ قُولنج پر ہے۔ ایک رسالہ فصد پر ہے۔ ایک رسالہ بیماروں کے کھانے پر ہے۔ ایک رسالہ مشابہ امراض کی تشخیص پر ہے، لیکن ان تمام کتابچوں میں سب سے مشہور رسالہ وہ ہے جو اس نے چیچک اور خسرے پر لکھا ہے اور جس کا نام کتاب الجدری والحصبہ ہے (عربی میں چیچک کو جدری اور خسرے کو حصبہ کہتے ہیں)

اس کتاب کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہے کہ یہ دنیا کی پہلی تصنیف ہے جس میں چیچک اور خسرہ کے اسباب، علامات، علاج اور حفظ ماتقدم پر پوری تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے چنانچہ جدری اور حصبہ کے علاج میں جو اصول رازی نے بیان کئے ہیں وہ آج بھی صحیح مانے جاتے ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کے ترجمے یورپی زبانوں میں کئے جا چکے ہیں، چنانچہ اس کا لاطینی ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۴۹۵ء میں وینس سے اور اس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۴۸ء میں لنڈن سے شائع ہوا تھا۔